OPEN ACCESS
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839
Al-Āfāq Islamic Research Journal
http://alaafaqjournal.com/index.php/alaafaq/index
Vol. 03, Issue: 02, December-2023, PP: 156-165

سوال کی شرعی ضرورت واطلاق اور قرآنی اصطلاح یَسْئَلُوْنَکَ: عصری معنویت

The Legal Necessity and Application of Questioning and the Qur'anic Expression "Yas'alūnaka": A Contemporary Interpretation

***Abdul Samad**
MPhil. Islamic Studies, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
asamad1984dgk@gmail.com
****Abdullah**
MPhil. Islamic Studies, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
abdullah1990dgk@gmail.com

Abstract:
In Islam, the pursuit of knowledge holds a fundamental position. This is why the very first revelation of Islam also draws attention to it. Asking questions in the pursuit of knowledge is also given primary importance, as Allah Almighty Himself teaches this method in the Holy Qur'an. Following this Qur'anic guidance, the noble Companions would promptly ask the Prophet Muhammad whenever they encountered any difficulty or ambiguity regarding a matter. These questions have been presented in the Qur'an under a specific expression: "Yas'alūnaka" (They ask you). Under this title, the Companions posed several questions, and their answers were conveyed through the Prophet. In the Qur'an, there are twelve questions mentioned with the phrase "Yas'alūnaka" across different verses, and the expression "Yas'alūnaka" itself is used fourteen times, indicating that two questions were repeated. Under the selected title of this research paper, a juristic and methodological (uṣūlī) study of these questions has been conducted in the light of selected Urdu Qur'anic commentaries, in order to explore how jurists and scholars of Islamic legal theory have derived various rulings and principles based on their respective frameworks, methodologies, and interpretative approaches.

Keywords: *Yas'alūnaka, Questioning, Twelve Questions, Religious Queries, Qur'ānic Interpretation.*

مقدمہ

حصول علم کو اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے، اسی لیے اسلام کی پہلی وحی میں بھی اس کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ اور حصول علم کے لیے سوال (مسئلہ) پوچھنے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے خود اللہ رب العزت نے اس کی تعلیم قرآن مجید میں دی ہے۔ اسی قرآنی ہدایت کی وجہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنھم کو جب بھی کسی چیز کے متعلق مشکل پیش آتی تو فوراً نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سوال کرتے۔ قرآن مجید میں انہی سوالات کو ایک خاص صیغہ اور عنوان سے تعبیر کیا گیا، جسے یسئلونک کہا گیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنھم نے اس عنوان سے کئی سوالات کیئے جن کا ان کو جواب نبی کریم کے ذریعے دیا گیا۔ '**یَسْئَلُوْنَکَ**' کے نام سے قرآن مجید میں بارہ سوالات مختلف آیات میں موجود ہیں۔ اور '**یَسْئَلُوْنَکَ**' کی تعبیر قرآن مجید میں چودہ مرتبہ استعمال ہوئی ہے یعنی دو سوال تکرار کے ساتھ پوچھے گئے ہیں۔ مقالہ نگار کے اختیار کردہ عنوان کے تحت منتخب اردو تفاسیر کی روشنی میں ان سوالات کا فقہی و اصولی مطالعہ کیا گیا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ فقہاء و اصولیین نے اپنے اپنے دائرہ کار، منہج اور اختیار سے کن مسائل اور اصولوں کو مستنبط کیا ہے۔

سوال کی ضرورت و اہمیت اور شرعی حیثیت:

'**یَسْئَلُوْنَکَ**' کے عنوان سے صحابہ کرام نے جو سوالات کیلئے وہ اپنا مخصوص پس منظر رکھتے ہیں اور اہمیت کے حامل ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر موجودہ دور میں بھی ان کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ ہے تاکہ ان سوالات کے جوابات اور کے ان سے مستنبط فقہی مسائل کو مکمل تحقیق اور تخصیص کے ساتھ عوام کے سامنے لایا جائے اور ان سے فقہی اور اصولی طور پر استفادہ کیا جا سکے۔

قرآن میں وارد سوالات کی نوعیت:

زیر نظر تحقیق میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ سوال کرنے کی اہمیت کیا ہے اور صحابہ سوال (مسئلہ) کیسے دریافت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا ہدایات دیں اور صحابہ نے کون کون سے سوالات اس عنوان یعنی '**یَسْئَلُوْنَکَ**' سے کیئے اور ان سے کس طرح فقہی اور اصولی طور پر استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اور ان فقہی اور اصولی مسائل کو مفسرین نے کس انداز سے اپنی تفاسیر میں ذکر کیا۔ ان سوالات کے ضمن میں جو احکامات نازل ہوئے فقہاء نے کن مسائل کا استنباط کیا، مفسرین نے کون سے تفسیری اثرات و نکات بیان کیے، اور اصولیین نے کون سے اصول وضوابط مرتب کیے، جن کے تفسیری، فقہی اور اصولی ادب پر اثرات کی نوعیت کیا ہے، نیز مذکورہ مفسرین کا کیا نقطہ نظر ہے۔

قرآن میں وارد سوالات کی تعداد و تقسیم باعتبار مضامین:

سورۃ المائدۃ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک سوال کا ذکر ملتا ہے کہ یہ صحابہ آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں۔ ان کے لئے کیا چیز حلال ہے۔ یہ سوال سورۃ المائدہ میں نقل کیا گیا سوال کی اس نوعیت کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ سورۃ المائدہ کے آغاز میں بھیمۃ الانعام کو حلال قرار دیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گوشت خور جانور حرام قرار دیئے جن سے یہ سوال پیدا ہوا کہ ان گوشت خور جانوروں کا کیا ہوا شکار بھی حرام ہے یا حلال اور یہ سوال اس آیت میں نقل کیا گیا، اس پس منظر کی وجہ سے سوال میں تعبیر حرام کے بجائے حلال کی استعمال کی گئی۔ عہد نبوی کے استفتات و سوالات کا دوسرا اہم موضوع اقتصادیات و معاشیات کے بارے میں سوالات ہیں۔ ایک ہی سوال سورۃ البقرۃ میں دو مرتبہ نقل کیا گیا اور دونوں مرتبہ اس کا مختلف جواب دیا گیا، سوال کے جوابات کیا دیئے گئے، ان تفصیلات کی تو اس وقت گنجائش نہیں البتہ ایک ہی مسئلہ کے دو مختلف جوابات میں کیا حکمت ہے اس سوال کا جواب ہمارے موضوع سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔

عبادات کے وقت اور دنوں کی تخصیص کے لئے سورۃ البقرۃ میں چاند کے بارے میں سوال کیا گیا اس کا ذکر بھی ہے۔ اور اسی سوال میں اصولی و قانونی نوعیت کا بھی چاند کے بارے میں کا سوال کیا گیا۔ عبادات کے وقت اور دنوں کی تخصیص، حلت و حرمت، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کے متعلق زمانہ نبوت میں سوال و جواب (افتاء و اِستفتاء) کی بنیادی وجہ معاشرتی مسائل تھے۔ اور مسائل میں یتیم کی پرورش اور عورتوں کے پیچیدہ مسائل کے متعلق خصوصی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیے گئے۔ عبادات، عقائد و ارکان اسلام، عبادات کے وقت اور دنوں کی تخصیص اور حلت و حرمت کے علاوہ عہد نبوی میں سوال و اِستفتاء کا بڑا موضوع معاشرتی مسائل تھے۔

بنیادی سوال:

1: '**یَسْئَلُوْنَکَ**' سے جن سوالات کے ضمن میں احکامات نازل ہوئے ہیں، فقہاء، مفسرین اور اصولیین نے ان سے کیسے استفادہ کیا ہے اور اس کی نوعیت کیا ہے؟

2: اس استفادہ کے اسلامی، تفسیری، فقہی اور اصولی ادب پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

طریقہ تحقیق:

اس مقالہ کی تیاری میں درج ذیل اسلوبِ تحقیق اختیار کیا گیا ہے:

- آیات، احادیث اور اقتباسات نقل کرتے ہوئے ان کے اصل ماخذ و مصدر کا حوالہ دیا گیا ہے۔
- ثانوی مصادر انٹرنیٹ اور دیگر مختلف علمی سافٹ ویئرز سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
- ریسرچ پیپر کی زبان علمی و ادبی اصطلاحات کے علاوہ عام فہم، آسان اور بامحاورہ اردو ہو گی البتہ موقع و موضوع کی مناسبت سے دیگر زبانوں میں سے چند اصطلاحات بھی ذکر کی گئی ہیں۔

شراب اور جوا کے جدید مسائل کا فقہی مطالعہ:

"یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا"[1]

" لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے، اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے"

شراب یا اشربہ کے معنی:

شراب عربی زبان کا لفظ ہے، جس کی جمع " اشربہ " آتی ہے، اور شراب کو انگریزی زبان میں Beverage کہا جاتا ہے اور عربی لغت میں شراب ہر پینے والے مشروب کو کہا جاتا ہے، جس کو پیٹ میں لے جانے کے لئے چبانے کی ضرورت پیش نہ آتی ہو۔ لیکن شریعت کی زبان میں شراب کا لفظ نشہ آور مشروب کے لئے استعمال ہوتا ہے، خواہ وہ مشروب پھلوں سے تیار کیا گیا ہو، جیسا کہ انگور اور کھجور، یا دانوں سے تیار کیا گیا ہو، جیسا کہ گندم اور جو، یا میٹھی چیزوں سے تیار کیا گیا ہو، جیسا کہ شہد، اور خواہ وہ مشروب پکا کر تیار کیا گیا ہو، یا پکائے بغیر کسی طرح سے اس کو تیار کیا گیا ہو، بشرطیکہ نشہ آور ہو، البتہ اس طرح کے تمام مشروبات بعض فقہائے کے نزدیک تمام احکام کے اعتبار سے عربی میں "خمر" کا درجہ رکھتے ہیں، اور بعض کے نزدیک کچھ مشروبات خمر کا درجہ رکھتے ہیں، اور کچھ خمر کا درجہ نہیں رکھتے۔

خمر کے لغوی معنی:

عربی زبان میں نشہ آور مشروب کو "خمر" کا نام دیا گیا ہے، خمر کے عربی لغت میں معنیٰ چھوڑنے، ڈھکنے، چھپانے اور خمیر وغیرہ پیدا ہونے یا اٹھنے (Fermentation) کے آتے ہیں، کیونکہ یہ عقل کو ڈھانک اور چھپا لیتی ہے، یا یہ شیرہ کو چھوڑنے یا ڈھک کر رکھنے یا خمیر (Yeast) وغیرہ اٹھنے سے تیار ہوتی ہے۔ اور بہت سے اہل لغت نے بطور خاص انگور کے کچے شیرہ سے تیار شدہ شراب کو عربی میں خمر (Wine) کا اصل مصداق قرار دیا ہے۔ لیکن لغت سے ہٹ کر کیا شرعی وفقہی اعتبار سے خمر کا اطلاق کسی اور مشروب پر بھی آتا ہے، یا نہیں؟ اسمیں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

فقہائے کرام کے نزدیک خمر کے معنیٰ و مصداق:

بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک خمر ہر اس شراب کو کہا جاتا ہے، جو خمیر اٹھا کر (Fermentation) تیار کی گئی ہو، اور نشہ آور (intoxicant) ہو، خواہ وہ انگور سے تیار کی گئی ہو، یا کھجور سے، یا گیہوں سے، یا جو سے، یا کسی اور چیز سے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حقیقی خمر تو انگور کی کہلاتی ہے، جس کا حکم زیادہ سخت ہے، اور اس کے بعد کھجور کی شراب کا درجہ ہے، اور دوسری چیزوں (مثلاً گندم، جو مکئی، گنا، سیب وغیرہ) سے تیار کردہ نشہ آور مشروبات کو نشہ آور ہونے کی بناپر "خمر" کہا جاتا ہے، اس لئے دوسری چیزوں سے تیار شدہ شراب امام ابو حنیفہ کے نزدیک تمام احکام (مثلاً ناپاک ہونے اور بیع و شراء) کے اعتبار سے انگور کی طرح کی خمر و شراب کا حکم نہیں رکھتی۔

منتخب تفاسیر کے مضامین کا تحقیقی و فقہی مطالعہ:

زمانہ جاہلیت میں خمر و شراب اور نشہ کا دور دورہ تھا، اور اسکے نتیجہ میں بے شمار مفاسد و جرائم لازم آتے تھے، بہت سے لوگ خمر و شراب کے خوگر ہو چکے تھے، جبکہ خمر و شراب کی عادت ADDICTION پڑنے کے بعد اس سے بچنا اور اس عادت سے جان چھڑانا بہت مشکل ہوتا ہے، جب اسلام کی آمد ہوئی، تو خمر و شراب سے لوگوں کو آہستہ آہستہ حکمت کے ساتھ روکنا شروع کیا گیا، یہاں تک کہ اس کے پوری طرح حرام ہونے کا فیصلہ سنا دیا گیا۔

خمر و شراب کے متعلق قرآن کا پہلا حکم:

خمر و شراب کے متعلق قرآن کا پہلا حکم سورۃ بقرہ میں ان الفاظ میں آیا ہے کہ:

"يَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَ الۡمَيۡسِرِ قُلۡ فِيۡهِمَاۤ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثۡمُهُمَاۤ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا"[2]

" لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے، اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے"

مطلب یہ ہے کہ خمر و شراب اور جوئے میں لوگوں کے لئے کچھ نفع کی باتیں ہیں مثلاً اس سے وقتی طور پر لذت و فرحت اور سرور کی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے یا فروخت کر کے مال حاصل ہو جاتا ہے، لیکن ان میں بڑا گناہ ہے، اور ان کا گناہ ہونا ان کے اس طرح کے نفع سے زیادہ بڑا اور مضر و نقصان دہ ہے۔

شراب ونشہ کے متعلق قرآن کا دوسرا حکم:

شراب ونشہ کے متعلق قرآن کا دوسرا حکم اور متعلقہ واقعات پھر اس کے بعد دوسرے مرحلہ پر شراب ونشہ کے متعلق قرآن مجید میں جو حکم نازل ہوا، وہ ان الفاظ میں نازل ہوا کہ:

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ "[3]

" اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک تم جو کچھ کہہ رہے ہو اسے سمجھنے نہ لگو"

نماز کیونکہ سراسر اللہ تعالیٰ سے مناجات اور اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے، اور خمر وشراب پی کر اور نشہ میں مبتلا ہو کر انسان کی عقل مغلوب ہو جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں اُس کو اپنی زبان کے اوپر بھی اختیار اور اس کا علم نہیں رہتا کہ وہ کیا کچھ کہہ رہا ہے۔ تو نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے میں اس بات کا غالب گمان تھا کہ قرآن مجید کی قراءت اور ذکر واذکار میں غلطی کر بیٹھے، بعض لوگوں نے نشہ کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت میں غلطی کر دی۔ چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ:

"أَنْ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ دَعَاهُ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ فَسَقَاهُمَا قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ، فَأَمَّهُمْ عَلِيٌّ فِي الْمَغْرِبِ فَقَرَأَ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ فَخَلَطَ فِيهَا، فَنَزَلَتْ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ"[4]

"انصار کے ایک آدمی نے خمر (وشراب) کے حرام ہونے سے پہلے حضرت علی، اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کو بلا کر اُن کو خمر (شراب) پلائی، پھر حضرت علی نے ان کی مغرب کی نماز میں امامت کی، اور آپ نے قل یا ایہا الکافرون پڑھی، جس کی قرائت میں آپ کو خلط ملط ہو گیا، تو (سورہ نساء کی) یہ آیت نازل ہوئی"

خمر وشراب کے متعلق قرآن کا آخری حکم:

پھر جب اسلام اور اُس کے احکام کی قدر وقیمت واضح ہو گئی، اور کسی حد تک خمر وشراب اور اس کے نشہ سے بچنے کی فکر دلوں میں پیدا ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اب خمر وشراب اور نشہ کے بارے میں وہ مستحکم حکم نازل کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو اس امت کے لئے منظور تھا، تو پھر آخر میں خمر وشراب کے متعلق جو کم قرآن مجید میں نازل ہوا، وہ ان الفاظ میں نازل ہوا کہ:

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "[5]

"اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو خمر وشراب کو نجس قرار دیا، اور نجس گندی، غلیظ اور پلید چیز کو کہا جاتا ہے، پھر خمر وشراب کو شیطان کا عمل بتلایا، اور پھر اس سے اجتناب کرنے اور بچنے کا حکم فرمایا، اور پھر خمر وشراب سے بچنے کے عمل پر مرتب ہونے والے عظیم فائدہ کا ذکر فرمایا، جو کہ فلاح ہے، اور فلاح دراصل کامیابی کو کہا جاتا ہے کہ خمر وشراب سے بچنے میں فلاح وکامیابی ہے، اور یہ فلاح وکامیابی دنیا کے اعتبار سے بھی ہے، اور آخرت کے اعتبار سے بھی، اور اس کے برعکس خمر وشراب میں ناکامی ہے، جو کہ دنیا کے اعتبار سے بھی ہے اور آخرت کے اعتبار سے بھی، جس سے معلوم ہوا کہ خمر وشراب کے ذریعہ سے انسان دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی نہیں پا سکتا، بلکہ اس کے نتیجہ میں ناکامی کا سامنا کرتا ہے، جو کہ مشاہدہ اور حقیقت کے مطابق ہے۔ پھر اس کے بعد مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ خمر وشراب پینے سے شیطان تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا اور واقع کرتا ہے۔

خمر وشراب کے نقصانات:

اور یہ بات بھی مشاہدہ اور واقعہ کے مطابق ہے کہ خمر وشراب کے ذریعہ سے باہم عداوت اور بغض پیدا ہوتا ہے، خمر وشراب کے نشہ میں انسان دوسرے

کے ساتھ بدگمانی، بدزبانی، گالی گلوچ، اپنے دل میں موجود رازداری کی باتوں کا اظہار، جھگڑا اور قتل وغارت گری وغیرہ جیسی چیزوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور ایسی حرکات وسکنات کر بیٹھتا ہے، جن کی وجہ سے دوسروں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے بغض وعداوت قائم ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان، خمر وشراب کے ذریعے سے تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے بھی روکتا ہے۔ اس حکم کے آنے کے بعد خمر وشراب کو بالکلیہ اور ہمہ وقت حرام کر دیا گیا، خواہ نماز کا وقت ہو یا کوئی اور وقت ہو، اتنا سخت حکم کہ آپ ﷺ نے خمر وشراب کے برتنوں اور آلات کو بھی توڑنے کا حکم فرمادیا اور بحکم الٰہی خمر وشراب کے متعلق نبی کریم ﷺ نے سخت وعید میں بیان فرمائیں اور خمر وشراب سے بالکلیہ اجتناب کرنے اور دُور رہنے کا حکم فرمایا، جس پر صحابہ کرام نے پوری طرح عمل فرمایا، اور اسمیں کسی قسم کی کوتاہی ظاہر نہیں فرمائی۔

میسر (قمار) کا فقہی مطالعہ:

"یَسۡئَلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ ؕ قُلۡ فِیۡہِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِیۡرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثۡمُہُمَاۤ اَکۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِہِمَا" [6]

"لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے، اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے"

قمار کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

اردو زبان میں ہم جس کو جواء کے نام سے پہچانتے ہیں قرآن مجید میں جوا کو "میسر" کے نام سے پکارا گیا ہے اور حدیث رسول میں جواء کو "قمار" اور "میسر" دونوں ناموں سے بیان کیا گیا ہے۔ لفظ قمار کا مادہ ق، م، ر ہے۔ اور لفظ قمر عربی میں چاند کو کہتے ہیں۔ سنن بیہقی کی ایک روایت میں ہے:

"عن أبي سلمة قال : قلت للقاسم بن محمد: ما الميسر؟ فقال : "كل ما ألهى عن ذكر الله وعن الصلاة فهي ميسر ".[7]

" ابو سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے قاسم بن محمد سے دریافت کیا: میسر کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل کرے وہ میسر ہے"۔

مناسب اور جامع تعریف وہ ہے جو مفتی محمد تقی عثمانی نے بیان کی ہے:

"قمار ایک سے زائد فریقوں کے درمیان ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں ہر فریق نے کسی غیر یقینی واقعے کی بنیاد پر اپنا کوئی مال یا تو فوری ادائیگی کر کے یا ادائیگی کا وعدہ کر کے اسطرح داؤ پر لگایا ہو کہ یا تو وہ مال بلا معاوضہ دوسرے فریق کے پاس چلا جائے گا، یا دوسرے فریق کا مال پہلے فریق کے پاس بلا معاوضہ آجائے گا"۔[8]

قمار کے اجزائے ترکیبی:

قمار کے اجزائے ترکیبی قمار کی درج بالا تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قمار کے عناصر درج ذیل اجزا ہیں:

1. قمار دو یا دو سے زیادہ فریقین کے درمیان ہوتا ہے۔ لہذا اگر ایک طرف سے معاملہ ہو گا تو پھر وہ قمار میں شمار نہ ہو گا۔
2. قمار میں کسی دوسرے انسان کا مال حاصل کرنے کی غرض سے اپنا مال داؤ پر لگایا جاتا ہے۔
3. قمار میں جانبین میں سے ہر فرد کا مال ایک ایسی غیر یقینی کیفیت اور غیر اختیاری واقعے پر موقوف کیا جاتا ہے جس کے پیش آنے اور نہ آنے کا احتمال موجود ہوتا ہے۔
4. قمار میں جو مال داؤ پر لگایا جاتا ہے وہ دوسرے کے پاس بغیر کسی معاوضہ کے چلا جاتا ہے یا پھر دوسرے انسان کا مال اس فرد کے پاس بغیر کسی معاوضہ کے آجاتا ہے۔ دونوں فریقین میں سے کسی ایک کا نقصان یقینی ہوتا ہے اور دوسرے کا فائدہ ہوتا ہے۔ قمار کے یہ چار عناصر ہیں جس معاملہ میں یہ چار عناصر موجود ہوں گے وہ قمار میں شمار ہو گا۔ اگر ان عناصر میں سے کوئی ایک عنصر بھی موجود نہ ہو گا تو وہ معاملہ قمار میں شمار نہ ہو گا۔

اسلام سے پہلے معاشرے میں جواء کی کثرت:

اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں جوا، سود اور قتل وغارت گری عرب میں عام تھی، ان چیزوں کو عیب اور برائی بھی تصور نہ کیا جاتا تھا بلکہ ایسے غلط کاموں کے کرنے پر شرمندگی تو کیا ہوتی الٹا اس پر وہ اپنی مجالس میں فخر بھی کرتے تھے اور اپنے اشعار میں، نجی اور عام محفلوں میں ایسی امور کا ذکر کرکے ان پر فخر کرکے اس کو اپنی بہادری تصور کرتے تھے۔ صرف اس پر اکتفاء نہیں کرتے تھے بلکہ جو شخص ایسے غلط کاموں سے دوری اختیار کرتا تھا تو اس کو بخل اور بزدلی کے طعنے دیئے جاتے تھے۔ ان میں جوا کی کثرت کا یہ حال تھا کہ لوگ اپنے اہل وعیال کو بھی جواء کے داؤ پر لگاتے تھے۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ کا قول ہے:

"إن المخاطرة قمار وإن أهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة وقد كان ذلك مباحا إلى أن ورد تحريمه وقد خاطر أبو بكر الصديق المشركين حين نزلت (الم غلبت الروم) وقال له النبي صلى الله عليه وسلم زد فى الخطر وأبعد في الأجل ثم حظر ذلك ونسخ بتحريم القمار ولا خلاف في حظره" [9]

"غیر یقینی کیفیت پر مال کو داؤ پر لگانا قمار ہے، اہل جاہلیت اپنے مال اور اپنی بیوی اور اولاد پر بھی قمار کھیلتے تھے۔ حضرت ابو بکر نے مشرکین کے ساتھ شرط لگائی کہ جب سورۃ روم نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مال کی مقدار بڑھا دو اور مدت بھی بڑھا دو: پھر اس جواء کو بعد میں حرام کر دیا گیا اب اس کی حرمت پر کوئی اختلاف نہیں ہے"۔

جوا کی رائج الوقت صورتیں:

عصر حاضر میں جہاں خرید وفروخت کی نت نئی شکلیں متعارف ہوئی ہیں تو وہاں قمار بھی اپنی جدید شکلوں اور متفرق صورتوں کے ساتھ نمودار ہوا ہے، جن میں کچھ صورتیں اگرچہ قمار اور جوئے کے نام سے بھی مشہور نہیں ہے، لیکن در حقیقت ان میں جوا کا عصر موجود ہے، یہ سب در پردہ جوا ہی کی مزین شکلیں ہیں جو ہمارے معاشرے اور معیشت کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں ایک غریب انسان کا چولھا بجھانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں اور مفلوک الحال انسان کو غربت کے دلدل میں ڈال رہی ہیں جن میں سے چند صورتوں کی وضاحت حسب ذیل ہے۔ مقابلے اور ریس کی متفرق صورتیں تاش کھیلنا، گاڑیوں کی آپس میں ریس لگا کر شرط کرنا وغیرہ۔ یہ سب صورتیں قمار اور جواء کے زمرے میں آتی ہیں۔

متفرق انعامی اسکیمیں:

آج کل مختلف اخبارات مثلا جنگ اخبار، مختلف موبائل کمپنیوں کی طرف سے متفرق انعامی اسکیمیں متعارف کروائی گئیں ہیں، ٹی وی کے مختلف پروگراموں اور متفرق رسائل میں مختلف قسم کے سوالات کا حل پوچھا جاتا ہے اس کے ساتھ اس کی فیس بھی رکھی جاتی ہے کہ جو شخص درج تمام سوالات کے صحیح جوابات حل کرکے بھیجے گا، اس کے ساتھ اس کی اتنی فیس بھی بھیجے گا تو پہلے نمبر پر آنے والے فرد کو اتنا انعام دیا جائے گا، دوم اور سوم نمبر آنے والے افراد کو اتنا اتنا انعام دیا جائے گا۔ پھر اول، دوم اور سوم نمبرز کا انعام ان کے درجے کے اعتبار سے ان تمام افراد میں قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کیا جاتا ہے جن کے مکمل جوابات درست ہوتے ہیں، لوگ اس انعام کی لالچ میں آکر ان سوالات کو حل کرکے اس کی فیس بھی روانہ کر دیتے ہیں اپنی قسمت آزمانے کے لئے کہ شاید وہ مقرر انعام مل جائے، شاید اس قرعہ اندازی میں ہمارا بھی نام نکل آئے اور اس تھوڑی سی فیس کے عوض شاید ہمیں زیادہ رقم ملے اور ہمارا بھی انعام نکل آئے۔ کچھ لوگ مستقل ایسے مواقع کی جستجو اور انتظار میں رہتے ہیں۔ مفتی شفیع قمار کی اس صورت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"یہ معمہ بازی اس وجہ سے بھی زیادہ سخت گناہ کا کام ہے کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف لوگوں کو باقاعدہ دعوت دی جاتی ہے اور اشتہار دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے لاکھوں اور کروڑوں لوگ اس میں شامل ہو جاتے ہیں،" [10]

قمار کے متعلق قرآنی تعلیمات:

"يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ٘ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا [11]

"لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے، اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے"

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ نازل ہونے کے بعد اللہ نے اسی شراب اور قمار کے متعلق دوسری آیات بھی نازل فرمائیں :

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ "[12]

"اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہذا ان سے بچو"

دین اسلام جو انسانیت کے لئے باعث رحمت بن کر آیا تھا، جس دین کے پیغمبر کو اللہ تعالی کی طرف سے رحمۃ اللعالمین کا خطاب دے کر پکارا گیا، اس دین میں ایسے پیشے کی کیسے گنجائش ہو سکتی ہے جس میں انسانیت کے لیے سراسر نقصان ہے، جبکہ قمار ایسا قبیح فعل ہے جس میں صرف کسی ایک فرد کا نقصان نہیں بلکہ پورا معاشرہ اس سے متاثر ہوتا ہے۔

قمار کے متعلق نبوی تعلیمات:

قمار کی خرابیوں کے پیش نظر دور رس نبوی نگاہوں نے اس کے خطرات کو محسوس کرتے ہوئے سختی سے اس کام سے روکا کیونکہ اس کے نقصانات صرف ایک فرد یا ایک گھر تک محدود نہیں ہوتے بلکہ اس کے اثرات دور دراز مقامات تک پڑتے ہیں جس سے کئی خاندان متاثر ہوتے ہیں، اس لئے نبوی تعلیمات میں ایسے عمل سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

ایک مقام پر نبی کریم ﷺ نے قمار کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حلف منكم فقال في حلقه باللات والعزى فليقل لا إله إلا الله ومن قال لصاحبه تعال أقامرك فليتصدق "[13]

"جس شخص نے قسم کھائی لات اور عزیٰ کی تو اس کو چاہئے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے۔ اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ جواء کھیلیں تو اس کو چاہیئے کہ وہ صدقہ کرے"۔

صرف جواء کھیلنا ہی گناہ نہیں بلکہ جواء کو دیکھنا بھی بہت بڑا گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" أن رسول الله عليه وسلم قال: الشطرنج ملعونة ملعون من لعب بها والناظر إليها كأكل لحم الخنزير"[14]

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شطرنج پر لعنت ہے اور اس شخص پر جو شطرنج کھیلتا ہے اور اس شطرنج کے کھیل کو دیکھنے والا فرد بھی ایسا ہے گویا اس نے خنزیر کا گوشت کھایا ہے"

دور جدید کی شکلیں:

آج کل جدید دور میں جواء اپنی شکلیں بدل کر اپنا نام بھی بدل چکا ہے جس کی کچھ صورتیں تو انعامی اسکیم کے نام کے سے تو کچھ صورتیں دیگر ناموں کے ساتھ مشہور ہیں لیکن درپردہ یہ سب کچھ جوا کے مختلف اقسام ہیں کیونکہ کسی کا نام بدلنے سے اس چیز کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔ جوا آج جس نام اور جس صورت میں موجود ہے مقصد ان سب کا ایک ہی ہے کہ دوسرے انسان کو دھوکہ دے کر اس کی جیب سے بلا استحقاق پیسے نکال کر اپنی جیب میں ڈالنا، دوسرے انسان کو دھوکہ دے کر اس کی دولت پر قبضہ کرتے ہوئے اس کی تھوڑی بہت قوت خرید بھی ختم کر کے اپنی قوت خرید کو مضبوط کرنا اور معاشی اعتبار سے دوسرے کو کمزور کرنا اگر سادہ الفاظ میں جوا کو بیان کیا جائے تو لوٹ مار اور ڈکیتی کی ایک مہذب اور انوکھی قسم ہے جس کو جدید دور کے اعتبار سے مختلف نام دیئے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ قدیم جوا اور جدید جوا اپنی تمام اقسام سمیت مقصد کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے کہ دوسرے کے مال پر قبضہ کرنا۔ جوا کی کونسی بھی قسم ہو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اور پیغمبر علیہ السلام نے واضح طور پر اپنی احادیث مبارکہ میں اس سے سختی سے منع فرمایا ہے جس کے برے اثرات دو افراد تک محدود نہیں ہوتے بلکہ پوری سوسائٹی پر پڑتے ہیں۔

ہلال و مواقیت سے متعلقہ سوالات:

" یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَ لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰىۚ وَ اْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "[15]

" لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ انہیں بتا دیجئے کہ یہ لوگوں (کے مختلف معاملات کے) اور حج کے اوقات متعین کرنے کے لیے ہیں۔ اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہو بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان تقوی اختیار کرے، اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو"

رویئت ہلال اور علم فلکیات:

رویئت سے مراد " آنکھ سے دیکھنا، نظارہ کرنا ہے جیسا کہ ابن رشد فرماتے ہیں: " النظر والابصار بعین "۔ اور ہلال کا مطلب پہلی رات یا پہلی تین راتوں کا چاند ہوتا ہے جیسا کہ امام لغت لکھتے ہیں:

" ہلال پہلی رات کا ہے پھر دوسری رات کا ہے پھر تیسری رات کا ہے پھر تو چاند ہے "۔[16]

اور اصطلاحی طور پر رویئت ہلال سے مراد اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کے چاند کو دیکھنا ہے اور اس سے مہینے کا دخول ثابت ہوتا ہے اور علم فلکیات اجرام فلکی کا علم ہے جس میں چاند، ستارے، سیارے، کہکشاں وغیرہ کے علاوہ کرہ ارضی کے باہر رونما ہونے والے واقعات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس علم کو انگریزی میں " Astronomy " کہتے ہیں۔ جیسا کہ ذکر ہوا کہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں فلکیات کے قابل اعتبار ہونے نہ ہونے کے بارے میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔

پہلا فقہی جائزہ:

بعض اہل علم کے خیال میں مہینے کی آمد ورفت کا مدار رویئت کی بجائے حساب و آلات پر ہونا چاہیے، کیونکہ آج فلکیات وسائنسی آلات ترقی کے جس معیار پر ہے، ماضی میں اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ رائے افراط پر مبنی ہے، ان حضرات کے زعم میں اگر حساب و آلات پر مدار رکھا جائے، تو پھر چاند کی رؤیت کے متعلق نہ تو کوئی اختلاف رونما ہو گا اور نہ ہی چاند دیکھنے کے لیے خواہ مخواہ کی مشقت اٹھانا پڑے گی۔ لیکن حدیث اور فقہاء کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت نے قمری ماہ کے آغاز کے لیے بصری رویئت ہی کو مدار بنایا ہے، جبکہ حسابات پر مدار رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

"انا امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا و هكذا يعنى مرة تسعة وعشرين و مرة ثلاثين "[17]

" ہم لوگ حساب و کتاب سے ناواقف ہیں۔ مہینہ کبھی انتیس کا اور کبھی تیس کا ہوتا ہے۔"

اس حدیث کی تشریح میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

"فالمعنى ان العمل ما يعتاده المنجمون ليس من هدينا وسنتنا بل علمنا يتعلق برؤية الهلال فانا نراه مرة تسعا وعشرين ومرة ثلاثين" [18]

" ستاروں کی رفتار کا علم رکھنے والوں کے طریقہ کار پر عمل پیرا ہونا ہم مسلمانوں کا طریقہ اور شیوہ نہیں، بلکہ علم شرع کی رُو سے چاند کا مدار رؤیت پر ہے، جو ہمیں کبھی 29 کو اور کبھی 30 کو نظر آجاتا ہے۔"

اسی وجہ سے علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر ماہرین فلکیات ۲۹ تاریخ کو چاند کے صد فیصد قابل رویئت ہونے کی پیشن گوئی کرے، لیکن ابر و باد کی وجہ سے رؤیت نہ ہو سکے، جب بھی ماہرین فلکیات کی پیشن گوئی پر نئے مہینے کا آغاز کرنا جائز نہ ہو گا۔

دوسرا نظریہ اور اس کا فقہی جائزہ:

دوسری طرف بعض لوگ ظاہر حدیث کو دیکھتے ہوئے فلکیات کو بالکل ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ ہماری نظر میں اگر پہلی رائے افراط پر مبنی تھی، تو یہ دوسری رائے تفریط پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے رمضان وعید کی آمد ورفت کا مدار حسابی و فلکیاتی معلومات پر نہیں رکھا، لیکن اسلام ان چیزوں سے جائز استفادے سے منع بھی تو نہیں کرتا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے:

"لاتصوموحتى تروه ثم صوموحتى تروه فإن حال دونه غمامة فاتمو العدةثلاثين"[19]

"روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھو پھر (چاند دیکھنے کے بعد) روزہ رکھو جب تک کہ پھر چاند دیکھ لو پس اگر چاند پر بادل حائل ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کر لو"

لہٰذا اگر اصل مدار رویئت ہی پر رکھا جائے، لیکن گواہی کی جانچ پرکھ کے لیے علم فلکیات کو بھی بطور معاون فن استعمال کیا جائے، تو یہ ایک مستحسن اور روح شریعت کے عین مطابق ہوگا۔ چنانچہ ہر زمانے میں قاضیان اسلام کا یہ طرز عمل رہا ہے کہ وہ گواہی کو آنکھیں بند کر کے قبول کرنے کی بجائے مختلف ذرائع سے اس کی تصدیق حاصل کرتے۔ اسلام کے مذہب فطرت ہونے کا تقاضہ بھی ہے کہ اس کا کوئی حکم مخالف عقل و فطرت نہ ہو، بلکہ عقلاً جو بات ممکن نہ ہو، یعنی محالات کے قبیل سے ہو، تو شرعاً نامقبول اور اُس پر شہادت مردود ہو۔ اصولِ حدیث کی تقریباً تمام معتبر کتابوں میں موضوع حدیث کی ایک پہچان یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ وہ حدیث عقل سلیم سے ٹکراتی ہو۔ جیسا کہ عبدالرحمن الجزیری لکھتے ہیں:

"بات کے موضوع اور جھوٹے ہونے کی دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خلاف عقل ہو"۔[20]

اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ من گھڑت اور جھوٹی بات کے قرائن میں سے یہ بھی ہے کہ وہ قرآن یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی یا عقل صریح کے خلاف ہو۔ فقہائے کرام نے بھی خلاف محسوس اور خلاف عقل گواہی کو (خواہ گواہی دینے والا ثقہ ہی کیوں نہ ہو) مردود اور نامقبول قرار دیا ہے۔" حامدیہ میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

" وكذالك الشهادة التي يكذبها الحس لا تقبل كما في وقف الخيرية "[21]

"اس طرح وہ گواہی بھی غیر مقبول ہو گی، جسے انسانی حس جھٹلائے۔"

جب یہ بات طے ہوگئ کہ قطعیت کے خلاف کوئی بھی بات جھوٹ سمجھی جائے گی اگرچہ متذکرہ نصوص یا اصول حدیث کے پرکھنے کے معیار پر وارد ہیں لیکن امت کے دوسرے لوگ بھی اس معیار سے بالاتر نہیں ہیں ان کی باتوں اور شہادات کو اس اصول پر جانچا جانا ضروری ہے اور دوسری طرف یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ فلکیات کے مقدمات بھی قطعی ہیں اسی وجہ سے چاند مختلف عرض بلد اور طول بلد میں ان کے چاند اور سورج کے متعلق فراہم کردہ معلومات یقینی اور قطعی ہوتے ہیں یعنی سورج اور چاند کے غروب اور ان کے گرہن کے متعلق کئی سال پہلے مرتب کردہ معلومات مکمل طور پر ٹھیک ہوتے ہیں، اس وجہ سے ان قطعی معلومات کو رویت کی گواہی کے قبول اور رد میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مسلمہ اصول:

دوسری طرف علم ہیئت کا مسلمہ اصول ہے کہ چاند اپنے مدار پر سفر کرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے بالکل سورج کے محاذاۃ (سیدھ) میں آجاتا ہے۔ فلکیاتی اصطلاح میں اس حالت کو اجتماع شمس و قمر، اجتماع نیرین، ولادت یا تولید قمر کہا جاتا ہے) اس وقت چاند کا روشن حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے اور زمین والوں کی نظروں سے وہ بالکل چھپ جاتا ہے۔ پھر جوں جوں چاند سورج سے دور ہوتا ہے، اُس کی روشن طرف نمایاں ہونے لگتی ہے خاص حالات میں وہ قابل رؤیت بن جاتا ہے۔ اب اگر کوئی چاند کی ولادت سے قبل یا ولادت کے بعد ان خاص حالات سے پہلے چاند دیکھنے کا دعویٰ کرتا ہے، تو اس کا یہ دعویٰ خلاف عقل، خلاف محسوس اور خلاف بداہت ہونے کی وجہ سے واجب الرد ہوگا۔ الغرض شہادت کی جانچ پڑتال کے لیے فلکیات سے ایک معاون فن کے طور پر استفادہ کرنا نہ صرف جائز، بلکہ دین ودانش کا تقاضا ہے۔

@ 2023 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات

1 القرآن، البقرہ:219۔

2 القرآن، البقرہ: 219۔

3 القرآن، النساء: 33۔

4 ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، ابو داؤد (کراچی: میر محمد کتب خانہ، 2005ء)، الرقم:7654۔

5 القرآن، المائدہ: 90۔

6 القرآن، البقرہ: 219۔

7 ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی، السنن الکبری (مکتبۃ الرشد والتوزیع، ۲۰۰۳ء) ،:۳۰۵:۱۔

8 مفتی تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل (کراچی: ادارۃ المعارف، 2008ء)، 23:1۔

9 احمد بن علی عسقلانی ، فتح الباری (بیروت: دار احیاء التراث) ،512:2۔

10 مفتی تقی عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیہ (دمشق: دار القلم، 2003ء)، 281:1۔

11 القرآن، البقرہ: 219۔

12 القرآن، المائدہ: 90۔

13 مالک بن انس، موطا (لاہور: مکتبہ رحمانیہ اردو بازار) الرقم:2671۔

14 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (دار السلام ریاض، مارچ 1991ء)، الرقم:3661۔

15 القرآن، البقرہ:189۔

16 مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید (کراچی: ادارہ اسلامیات، 2001ء)،:2269۔

17 علامہ شبیر احمد عثمانی ، فضل الباری شرح صحیح بخاری (لاہور: اسلامی کتب خانہ، 2015ء)، 907:3۔

18 علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، عمدۃ القاری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2011ء)، ۱۱:۹۶۔

1 امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی (لاہور: اسلامی کتب خانہ، ۲۰۱۵ء) الرقم:۳۰۱۔

20 عبد الرحمن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ)، ۲:۵۴۔

21 احمد بن عبد الغنی، ابن عابدین، رد المحتار (ملتان: مکتبہ امدادیہ، 2005ء)، 134:3۔